غزل

جناب آلمؔ مظفر نگری

چھڑا سکی نہ غمِ فکرِ دو جہاں سے مجھے
وہ اک امید کہ تھی مرگِ ناگہاں سے مجھے

گلہ اگر ہے تو ہے اپنی ہی فغاں سے مجھے
قفس میں لائی ہے یہی تو آشیاں سے مجھے

حریفِ دَیر و حرم ہے تو کس لئے اُس نے
کبھی یہاں سے پکارا کبھی وہاں سے مجھے

وجود بھی تو عدم ہی کی ایک منزل ہے
کہاں یہ لے کے چلی زندگی کہاں سے مجھے

یہ رنگ و بو کے مسلسل چمن میں ہنگامے
نہ روک دیں کہیں تکمیلِ آشیاں سے مجھے

وہ آج خود بھی ہیں مجبورِ عشق کے ہاتھوں
جو روکتے تھے کل اس شغلِ رائگاں سے مجھے

سپرد کی تھی جنھیں میں نے کائناتِ چمن
وہ آج روکتے ہیں سیرِ گلستاں سے مجھے

سبب ہے گرمیِ پرواز کا بہاروں میں
وہ ربطِ خاص جو ہے برقِ آشیاں سے مجھے

مصیبتوں کا کبھی ختم سلسلہ نہ ہوا
غمِ دوام ملا عمرِ جاوداں سے مجھے

ہجومِ جلوۂ فصلِ چمن معاذ اللہ
قفس نظر نہیں آتا ہے آشیاں سے مجھے

تصورِ اپنی جوانی کا اف رے پیری میں
فسانہ یاد تو آیا مگر کہاں سے مجھے

کہاں سے شعرِ آلمؔ میں یہ مستیاں آئیں
یہ پوچھنا ہے اسی رندِ خوش بیاں سے مجھے

غزل

جناب سعادت نظیرؔ

میری خاموشی مری تقریر ہے
میری گمنامی مری تشہیر ہے

پھول تیرے حسن کی تصویر ہے
نغمۂ بلبل تری تقریر ہے[۱]

موت کیا ہے کچھ نہیں اس کے سوا
زندگی کے خواب کی تعبیر ہے

چاہے تو اس کو بنا، چاہے بگاڑ
ہاتھ میں تیرے تری تقدیر ہے[۲]

رنگ لایا قیدیوں کا اضطراب
ٹوٹنے کو پاؤں کی زنجیر ہے

جو بغاوت یا صدائے انقلاب
خواب تھی، اب خواب کی تعبیر ہے

موت جب آتی ہے جی اٹھتا ہوں میں
میری ہر تخریب میں تعمیر ہے

چاند میں، تاروں میں، سورج میں نظیرؔ
جس میں دیکھو حسن کی تنویر ہے

۱و۲ ہ یہ شعر میری شاعری کا نقطۂ آغاز ہیں اور شاید یہ ۱۹۴۳ء یا ۱۹۴۳ء کی بات ہے جب کہ میں سٹی کالج میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا دوسرا شعر سن کر حضرت صفی اورنگ آبادی نے فرمایا تھا کہ "تمہارا مستقبل درخشاں ہے" خدا نظرِ بد سے بچائے اور یہ مشورہ دیا تھا کہ گرم کوشش کے... بعد شعر گوئی احسن ہے۔